۷۹واں باب

جِنوں کا ایمان لانا

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف

۴۵۴ مکہ میں داخلے سے احتراز اور نخلہ میں قیام

۴۵۴ جِنوں کا وادی نخلہ سے گزر

۴۵۵ سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف کا نزول

۴۵۶ سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف قرآن کی حقانیت پر خود ایک دلیل ہے

۴۵۷ اللہ کے سوا جو دوسرے معبود ہیں، اُن کی تخلیقات کہاں ہیں؟

۴۵۷ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کیے جانے والے اعتراضات کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب

۴۵۹ مخاطبین کو انجام سے ڈرایئے اور صبر والے اہلِ ایمان کو خوش خبری دیجیے

۴۵۹ حق و باطل کی کشمکش کے دوران والدین اور اولاد کے تعلقات کی دو صورتیں

۴۶۱ حق و باطل دونوں کیمپس میں تیز اور سست گام نمونے ہیں

۴۶۲ سارے نبیوں کی ایک ہی پکار: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ

۷۹واں باب

جِنوں کا ایمان لانا

سُوۡرَۃُ الۡاَحۡقَاف

مکہ میں داخلے سے احتراز اور نخلہ میں قیام

واپسی کے سفر میں قرن المنازل پر پہاڑوں کے فرشتے سے ملاقات کے بعد آپ ﷺ نے اپنے سفر کو جاری رکھا یہاں تک کہ آپؐ مکہ کے قریب وادی نخلہ کے مقام پر جا پہنچے، یہاں آپؐ چند روز کے لیے ٹھیر گئے۔ عتبہ اور شیبہ تو یقیناً شان دار سواریوں پر وہاں اپنے باغوں پر آئے تھے وہ واپس مکہ میں ہوں گے، ہر ایک زبان پر طائف کی گلیوں میں رسول اللہ ﷺ کی جو ناہنجاروں نے ناقدری کی تھی اُس کی داستان بھی لوگوں تک پہنچ گئی ہو گی۔ جس سے ہو سکتا ہے کہ منکرین کے دلوں میں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی آرزوئیں مچلی ہوں۔ آپؐ کا تو اب کسی قبیلے سے بھی کوئی سرکاری تعلق برقرار نہیں تھا، آپؐ نے کسی سے حقِ جوار بھی حاصل نہیں کیا تھا۔ فطری طور پر آپ ﷺ پریشان تھے کہ اب کیسے مکہ واپس جاؤں اب تو کفار ستانے کے لیے پہلے سے بھی زیادہ دلیر ہو جائیں گے۔ اسی پریشانی میں آپؐ نخلہ میں مقیم ہیں۔ آپ کے محبوب اور ہم سفر زیدؓ بن حارثہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ مکّہ کیسے جائیں گے جب کہ قریش نے تو آپؐ کو [قبائلی نظام سے] نکال دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اے زیدؓ! تم جو حالت دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے کشادگی اور نجات کی ضرور کوئی راہ نکالے گا۔ اللہ یقیناً اپنے دین کی مدد کرے گا، اور اپنے نبی کو غالب فرمائے گا۔

جِنوں کا وادی نخلہ سے گزر

اسی وادی نخلہ میں چھ سال قبل آپؐ عکاظ کے بازار جاتے ہوئے ٹھہرے تھے، بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ علی الصبح اپنے چند اصحاب کے ساتھ بازارِ عکاظ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں نخلہ کے مقام پر آپؐ نے صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت جنوں کا ایک گروہ اُدھر سے گزر رہا تھا، تلاوت کی آواز سن کر ٹھہر گیا اور غور سے قرآن سنتا رہا۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں واپس جا کر اسلام کی دعوت پر ایک عمدہ تقریر کی، اس واقعہ کا اور

تقریر کا ذکر سُوۡرَةُ الۡجِنّ میں کیا گیا ہے۔

اوپر مذکورہ واقعہ سن ۴ نبوی کا ہے، جسے ہم سُوۡرَةُ الۡجِنّ کو جو نزولی ترتیب پر ۴۱ ویں تنزیل ہے جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں [کاروانِ نبوت، جلد دوم، ۲۰۱۵ء، صفحہ ۱۰۴]۔اسی وادی نخلہ میں اب چھ سال بعد دسویں سال نبوت میں آپ ﷺ طائف سے مکہ معظمہ واپس ہوتے ہوئے رک گئے ہیں۔اسی قیام کے دنوں میں ایک رات آپؐ دورانِ نماز قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ یہاں سے گزرتے ہوئے جِنوں کا ایک گروہ، قرآن سُن کر رک گیا، توجہ سے سن کر ایمان لے آیا اور اُس گروہ میں شامل جنوں نے اپنی قوم میں، واپس پہنچ کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔اللہ رب العالمین نے آپؐ کو جبریلِ امینؑ کے ذریعے اس خوش کن واقعے کی اطلاع دی، اس باب میں سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَاف کی اُنیتس تا اکتیسویں آیہ مبارکہ میں ہم اس واقعے کی مزید تفصیل دیکھیں گے۔

سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَاف کا نزول

جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف بھیجی ہے تاکہ اپنے نبی کو یہ خوش خبری سنائے کہ چاہے انسان آپؐ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں، مگر بہت سے جِن اس کے گرویدہ ہو چکے ہیں اور وہ اسے جنوں کے درمیان عام کر رہے ہیں۔اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ کی آیت ۲۹۔۳۱ میں فرمایا ہے

۸۳: سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَاف [۴۶ – ۲۶: حٰمٓ]

یہ سورۃ اُن باطل خیالات اور اوہام سے تعرض کرتی ہے جن کی بنیاد پر مشرکانہ جاہلیت کی عمارت قائم تھی، منکرینِ قریش اصرار اور استکبار کے ساتھ ان پر جمے ہوئے تھے اور نبی ﷺ کو ہدف ملامت بنا رہے تھے جو انھیں ان گمراہیوں سے نکالنے کے لیے کوشاں تھے۔ان کے نزدیک دنیا کی زندگی محض ایک بے مقصد وقت گزاری تھی اور وہ دنیا کے اندر اپنے آپ کو غیر جواب دہ مخلوق سمجھ رہے تھے۔اُن کے خیال میں موت زندگی کا مکمل خاتمہ تھی اور زندگی بعد موت کوئی چیز نہ تھی۔توحید کی دعوت ان کے خیال میں باطل تھی اور انھیں اصرار تھا کہ ان کے معبود واقعی خالقِ کائنات کی سلطنت کے اختیارات میں شریک ہیں۔وہ قرآن کے متعلق یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ یہ خالق و مالک کا کلام ہے۔دعوائے رسالت کی صداقت کے لیے

بڑے انوکھے معیار دل سے گھڑتے اور نبی ﷺ کو اطلاع دیتے کہ تم اس پر پورے نہیں اُترتے !

اس سورۃ میں اجمالی انداز میں ان تمام گمراہیوں کا دلیل سے پردہ چاک کیا گیا ہے اور کفار کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم اگر تعصب اور ہٹ دھرمی سے آباء پرستی پر جمنا چاہو اور محمد ﷺ کی دعوت کو رد کردو گے تو آپ اپنا ہی نقصان کرو گے اور اگر عقل و دلیل سے حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو گے تو اِسی نتیجے پر پہنچو گے کہ تمھیں محمد ﷺ کا ساتھ دینا چاہیے۔ اِن امور سے ماسوا، آیات ۳۲ اور ۳۳ میں وادی نخلہ میں سے گزرتے ہوئے جنّات کا قرآن کی تلاوت سننا اور ایمان لانا بھی ایک اہم واقعہ ہے۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف قرآن کی حقانیت پر خود ایک دلیل ہے

طائف کے دل شکن تجربے سے واپسی میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ جو بھی انصاف پسند آدمی اُن سارے ہمت شکن اور صبر آزما حالات سے واقفیت رکھتا ہو جسے معلوم ہو کہ آپؐ پے درپے صدمات اور مصائب کے بے پناہ ہجوم سے خستہ حالی کی انتہا کو پہنچے ہیں، جو یہ جانتا ہو کہ عبدالمطّلب جیسے مسلمہ قریش کے سردار کا پوتا، وہ بھی ایسا کہ جس کے اخلاق و کردار اور امانت و دیانت اور معاملہ فہمی پر پوری قوم ناز کرتی ہو اور آنکھوں پر بٹھاتی ہو، اُس کو رائج دین و رسومات پر تنقید کرنے کے جرم میں ایذائیں دی گئیں، مخالفین قتل کے درپے ہوئے، معاشی و معاشرتی مقاطعہ ہوا اور پھر حال ہی میں اُس کے دو قریبی عزیزوں کا جو اُس کے پشت پناہ بھی تھے انتقال کر گئے اور وہ کسی دوسرے مقام کی تلاش میں جہاں آزادی سے اپنی بات کہہ سن سکے وہ قریبی شہر طائف گیا اور جسے اُن حالات کا بھی عِلم ہو جن سے آپ ﷺ طائف میں گزرے ہیں، اور جسے یہ معلوم ہو کہ آپؐ کو اب اپنے ہی شہر میں جہاں وہ پلا بڑھا ہے داخلے کے لیے ویزا [جوار] درکار ہے پھر سورۃ الاحقاف کا مطالعہ کرے گا اور اُس سے کوئی کہے کہ یہ محمد ﷺ کا [نئے مرکز کی تلاش میں ناکامی کے ساتھ سفرِ طائف سے واپسی میں وادی نخلہ میں قیام کے دوران] تحریر کردہ یا تیار کردہ کلام ہے، وہ پورے یقین وزور کے ساتھ اِس بات کو جھٹلائے گا۔ اس کلام میں اُن انسانی جذبات کا سرے سے کوئی پرتو ہی نہیں ہے جو ایسے مشکل اور تکلیف دہ اوقات میں ذہنِ انسانی پر ہوتے ہیں۔ جو بھی شخص ایک طرف ان حالات کو دیکھے گا جن میں یہ سورۃ نازل ہو رہی ہے اور پھر اس سورۃ کو بغور پڑھے گا وہ اِس امر کی بلا تردد گواہی دے گا کہ یقیناً یہ محمد ﷺ کا کلام نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اس کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے، یہی بات صحیح ہو سکتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یہ حٰم ہے،اِس کتاب کا نزول اللہ کی جانب سے ہے جو انتہائی زبردست اور حکمت والا ہے۔ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کو ایک مقصد کے ساتھ ایک مقررہ مدّت کے لیے پیدا کیا ہے۔مگر منکرین اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جو اِن کو بالوضاحت بتائی جارہی ہے۔ مفہوم آیات ۱ تا ۳

اللہ کے سوا جو دوسرے معبود ہیں،اُن کی تخلیقات کہاں ہیں؟

اگلی آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ اپنے ان معبودوں کی بے بسی تو دیکھو،اِنھوں نے کچھ پیدا کیا ہے کیا؟ یا اِن کی عبودیت کے لیے تمھارے پاس کوئی نقلی دلیل ہے،؟ جب نہیں ہے تو سوچو کہ تم سے زیادہ بھٹکا ہوا اور کون ہوگا جو اِن لکڑی یا پتھر کے کندوں یا گزرے ہوئے مدفون انسانوں سے دُعائیں کرے اور اِن کے آستانوں پر منتیں مانگے جو بے خبر ہیں کہ کوئی پکار رہا ہے۔یہ ان کا تو دنیا میں حال ہے اور قیامت کے روز گواہی کے لیے جب انھیں گویائی دی جائے گی اور تمھارے شرک پر اُن کی رضامندی کا سوال ہوگا تو وہ صاف انکار کردیں گے۔

اے نبیؐ!اِن سے پوچھو کہ کبھی تم نے غور بھی کیا کہ آخر وہ کون سی ہستیاں ہیں جن سے تم اللہ کو چھوڑ کے دُعائیں مانگتے ہو؟ بتاؤ تو سہی کہ زمین میں انھوں نے کیا پیدا کیا ہے،یا آسمانوں کی تخلیق وتدبیر میں یہ ساجھے دار ہیں اگر تم سچے ہو تو اِس قرآن سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد عِلم پر ہو،تو مجھے دکھاؤ۔آخر اُس شخص سے زیادہ بھٹکا ہوا اور کون شخص ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارے جو حشر بپا ہونے تک اُسے جواب نہیں دے سکتے،جواب دینا تو درکنار بلکہ پکارے جانے والے اِس سے بھی بے خبر ہیں کہ کوئی پکار رہا ہے۔یاد رکھو کہ جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے تو وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔ .... مفہوم آیات ۴ تا ۶

نبی ﷺ پر کیے جانے والے اعتراضات کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب

قریش آپ ﷺ پر الزام لگاتے کہ تم اللہ پر افترا پردازی کر رہے ہو،اللہ تعالیٰ آپؐ کی جانب سے جواب دیتے ہیں کہ اِن سے کہو کہ اگر میں نے اِس کو گھڑا ہے تو بتاؤ وہ مجھے اس افتراء پردازی کی سزا کیوں نہ دیتا؟ اگر اللہ مجھے کسی ضرر میں مبتلا کرے تو تم مجھے اللہ کی گرفت سے بالکل نہ بچا سکو گے اور اُس نے جو مجھے رحمت سے نوازا ہے تو تمھارا واویلا بے کار ہے۔کیا تم میری رسالت کو عجیب وغریب پاتے ہو جو میری دعوت کا انکار کر رہے ہو،تم جانتے ہو کہ مجھ سے پہلے بھی انبیاء ورُسل آچکے ہیں۔میری دعوت اور اُن کی دعوت کا تم موازنہ کرو تو ایک صاف یکسانیت اور موافقت دیکھ سکتے ہو،پھر تم میری رسالت کا کس بنا پر انکار کر رہے ہو؟ میں ایک انسان ہوں،مجھے

کوئی غیب کاعلم نہیں، میں تو وحی کی پیروی کرنے کے فوائد اور انعامات کی خوش خبری دینے والے اور شرک کی نجاست اور جاہلیت کے انجامِ بد سے خبر دار کرنے والے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔

جھٹلانے والوں کو جب اس قرآن سے ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں اور حق کھلی دلیلوں کے ساتھ اِن کے سامنے بیان کر دیا جاتا ہے تو یہ منکرین اپنی بہتان طرازی اور افتراء پردازی کی بِنا پر کہتے ہیں کہ یہ تو صاف جادو ہے۔ کیا اِن کا موقف یہ ہے کہ یہ قرآن رسُول نے خود گھڑ لیا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے؟ اِن سے کہو کہ اگر میں نے اِس کو گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ کی گرفت سے بالکل نہ بچا سکو گے البتہ جان لو کہ جو باتیں تم بنا رہے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے، میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی کے لیے کافی ہے، اور وہ بڑا معاف فرمانے والا اور رحیم ہے۔ . مفہوم آیات ۷ تا ۸

اِن سے کہو، میں کوئی نرالا رسُول تو نہیں ہوں میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں تو صرف اُس بات کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو سوائے خبر دار کر دینے والے کے کچھ بھی نہیں ہوں۔ .... مفہوم آیت ۹

اے نبیؐ! ان سے پوچھو کہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی جانب سے ہوا اور تم نے اِس کا انکار کر دیا (تو تمھارا کیا انجام ہو گا)؟ اور اِس جیسے ایک کلام پر تو بنی اسرائیل کا ایک گواہ [۲۵۸] شہادت بھی دے چکا ہے۔ وہ تو اس پر ایمان لایا اور تم نے تکبّر کیا! بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا! منکرین جنھوں نے وحی کی دعوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے وہ ایمان لانے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ قرآن میں اگر کوئی بھلائی ہوتی تو یہ [نچلے درجے کے] لوگ اس کو ماننے میں ہم [بڑے لوگوں]

---

۲۵۸ اس گواہ کے بارے میں تفہیم القرآن سے سورہ احقاف کے حاشیہ ۱۳ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:
یہاں گواہ سے مراد کوئی شخص نہیں، بلکہ بنی اسرائیل کا ایک عام آدمی ہے۔ ارشادِ الٰہی کا مدعا یہ ہے کہ قرآن مجید جو تعلیم تمھارے سامنے پیش کر رہا ہے یہ کوئی انوکھی چیز بھی نہیں ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ تمھارے ہی سامنے پیش کی گئی ہو اور تم یہ عذر کر سکو کہ ہم یہ نرالی باتیں کیسے مان لیں جو نوعِ انسانی کے سامنے کبھی آئیں ہی نہ تھیں۔ اس سے پہلے یہی تعلیمات اسی طرح وحی کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کے سامنے توراۃ اور دوسرے کتب آسمانی کی شکل میں آچکی ہیں اور ان کا ایک عام آدمی ان کو مان چکا ہے، اور یہ بھی تسلیم کر چکا ہے کہ اللہ کی وحی ان تعلیمات کے نزول کا ذریعہ ہے۔ اس لیے تم لوگ یہ دعوی نہیں کر سکتے کہ وحی اور یہ تعلیمات ناقابل فہم چیزیں ہیں۔ اصل بات صرف یہ ہے کہ تمھارا غرور و تکبر اور بے بنیاد گھمنڈ ایمان لانے میں مانع ہے۔

سے سبقت نہ لے جاتے۔ چوں کہ [اِن نام نہاد بڑے] لوگوں نے اُس سے ہدایت نہ پائی اس لیے اب یہ [کھسیا کر] ضرور کہیں گے کہ یہ تو پُرانا جھوٹ ہے۔.. مفہوم آیت ۱۱

مخاطبین کو انجام سے ڈرایئے اور صبر والے اہلِ ایمان کو خوش خبری دیجیے

یہ قرآن اِن آسمانی کتب کی تصدیق بھی کرتا ہے جو اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں، خاص طور پر توراۃ کی۔ تورات رہ نما اور رحمت بن کر آچکی ہے اور اِس قرآن کی صداقت پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس قرآن کو عربی زبان میں اُتارا، تاکہ اس کو سمجھنا آسان اور اس سے نعمت حاصل کرنا سہل ہو اور یہ اُن لوگوں کو بُرے انجام سے خبر دار کرے جنھوں نے شرک و کفر، فسق و نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگر وہ ظلم پر جمے رہیں تو اِن کو دردناک عذاب سے ڈرائیں اور اپنے خالق کی عبادت میں احسان کرنے اور مخلوق کو نفع پہنچانے والوں کے لیے، دنیا اور آخرت میں ثوابِ جزیل کی خوش خبری دیں اور اِن اعمال کا ذکر کریں جن سے ڈرایا گیا ہے اور ان اعمال کا بھی ذکر کریں جن پر خوش خبری دی گئی۔ جو لوگ ایمان پر ساری مخالفت اور آزمائشوں کے باوجود جمے رہیں گے اُنھیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

اِن کی یہ باتیں اس سب کے باوجود ہیں کہ بہ زبانِ عربی اِس قرآن سے پہلے، موسیٰؑ پر نازل ہونے والی کتاب، تورات رہ نما اور رحمت بن کر آچکی ہے جو اِس کتاب کی صداقت پر گواہی ہے؛ یہ کتاب اس لیے آئی ہے کہ جاہلیت کے مارے شرک میں مبتلا لوگوں کو دنیا اور آخرت کے ابدی عذاب سے ڈرائے اور وحی کی پیروی اختیار کرنے والے نیکوکاروں کو جنتوں کی بادشاہی کی بشارت دے دے۔.. مفہوم آیت ۱۲

یقیناً جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے، پھر [ساری زندگی، آزمائشوں کے باوجود] اِس قول پر جمے رہے، تو آخرت میں اُن کو نہ سزا کا کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی زندگی کے زیاں کا کوئی غم! یہی لوگ اہل جنت ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ صلہ ہو گا اُن کے اعمال کا جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔........................ مفہوم آیت ۱۳ تا ۱۴

حق و باطل کی کشمکش کے دوران والدین اور اولاد کے تعلقات کی دو صورتیں

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف کرم اور والدین کی قدر و توقیر ہے کہ اُس نے اولاد کو حکم دیا اور ان کو اس

امر کا پابند کیا کہ وہ والدین کے ساتھ ادب اور نرمی سے گفتگو کریں اور ہر طریقے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شرک کے خلاف مہم کے دوران شہر مکہ میں جاری حق و باطل کی کش مکش میں نوجوانوں اور اُن کے والدین کی جانب سے دو طرح کے حق اور باطل میں سے کسی ایک کا ساتھ دینے کے نمونے سامنے آنا فطری بات تھی۔ ایک بہت عام صورت یہ تھی کہ بے خطر نوجوانوں نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت پر لبیک کہی لیکن عمر رسیدہ والدین کو اس سے خوف محسوس ہوا اور اُنھوں نے اپنے رُتبے اور احسانات یاد دلا کر مومن اولاد کو اپنی اطاعت پر اور شرک و جاہلیت کے کیمپ میں عافیت کوشی پر مجبور کیا، دوسرا نمونہ اُن عقل مند اور بزرگ والدین کا جنھوں نے اپنی نوجوان اولاد کو ایمان اور نیکوکاری کی طرف راغب کیا لیکن جوانی دیوانی کو باطل کیمپ زیادہ خوش نما نظر آیا۔ اِن دونوں صورتوں (cases) میں ایک بات بالکل ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے وہ یہ کہ والدین کا حق ہے کہ اولاد اُن کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ دوسری یہ کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری ممکن نہیں، یہ بات پچھلے سال سورۃ العنکبوت میں بتادی گئی تھی۔ اگلی آیات میں دوسری صورت زیرِ بحث ہے، اس میں اولاد کی جانب سے زیادتی اور نمک حرامی دونوں ہی واضح ہیں۔ والدین حق کی جانب، اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب بلائیں اور اولاد باطل کیمپ کا ساتھ دے اور اُن سے کہے کہ تنگ کردیا تُم نے، اُفّوہ! کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا!! اگلی آیات میں شہر میں برپا یہ دونوں نمونے مطالعہ فرمایئے، اور جان لیجیے کہ اگر کسی شہر یا ملک میں اس نوع کی کشمکش کے نمونے نظر نہیں آ رہے تو وہاں حق و باطل کی کشمکش برپا نہیں، یہ بات دو میں سے کسی ایک صورت سے خالی نہیں، یا تو یہ کہ خالص اسلامی اور اُلوہی، رُشد و ہدایت کا صالح معاشرہ وجود میں آگیا ہے اور یہ کشمکش ناپید ہے یا پھر ابلیس نے معاشرے پر کلیتاً قبضہ کر لیا ہے اور کہیں سے بھی کوئی روشنی کی کرن پھوٹتی نظر نہیں آتی، نہ بزرگوں کی طرف سے اور نہ ہی جوانوں کی طرف سے، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی اور جہالت پر جہالت اور عافیت ہی عافیت.......... ایسی عافیت جو تنگ و تاریک بند گٹر میں لال بیگوں (cockroaches) کو اپنی افزائش نسل کے لیے حاصل ہوتی ہے!

ہم نے انسان کو تاکید سے نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور روّیہ اختیار کرے۔ اُس کی ماں نے بڑی زحمت اُٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور زحمت اُٹھا کر ہی اس کو جنا، یوں اس کو پیٹ میں رکھنے اور دُودھ پلانے کی تکمیل میں تیس

مہینے لگ گئے.......... یہاں تک کہ جب وہ اپنی پُوری جسمانی طاقت و بلوغت کو پہنچا اور پھر [ذہنی و جذباتی بلوغت کے ساتھ ایک تجربہ و آزمودہ کار] چالیس سالہ شخصیت کا ہو گیا تو اُس نے دعا کی کہ اے میرے رب، مجھے سنبھال کہ میں تیری اُن عنایات کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائیں، اور وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہیں، اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سُکھ دے، میں تیری طرف محبت و انابت سے پلٹتا ہوں اور تابع دار (مسلم) بندوں میں سے ہوں۔ اِس طرح کے لوگوں سے ہم اُن کے اچھے اعمال کو قبول کرتے ہیں اور ان کی کوتاہیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ یہ جنّتی لوگوں میں شامل ہوں گے اُس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا رہا ہے۔ .... مفہوم آیات ۱۵ تا ۱۶

[اور اس نیک بخت انسان سے مختلف ایک دوسری طرح کی اولاد کا روّیہ ہے کہ جب اُس کے والدین نے اللہ کے حقوق یاد دلائے، اُس سے خوف کھانے اور آخرت کو یاد رکھنے کی یاددہانی کرائی تو] کہا کہ تنگ کر دیا تُم نے، اُفوہ! کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ حالاں کہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں گزر چکی ہیں جن میں سے تو کوئی مرنے کے بعد اُٹھ کر نہ آیا۔ [اولاد کی یہ بات سن کر] ماں اور باپ اللہ کے سامنے فریادی بن جاتے ہیں اور اولاد سے کہتے ہیں ارے ناس ہو تیرا! ایمان لا، جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ مگر وہ اُلٹا یہ جواب دیتا ہے کہ یہ سب گزرے وقتوں کی فرسُودہ کہانیاں ہیں۔ جان لیا جائے کہ یہ لوگ [پھوٹی قسمت اولاد کی مانند] ہیں جن پر عذاب کی وعید پوری ہوئی، اور یہ بھی گزرے ہوئے جِنوں اور انسانوں کے مغضوب ٹولے میں جا شامل ہوں گے۔ بے شک یہ گھاٹے میں رہ جانے والے لوگ ہیں۔ .... مفہوم آیات ۱۷ تا ۱۸

حق و باطل دونوں کیمپس میں تیز اور سست گام نمونے ہیں

اوپر جو صورتیں زیرِ بحث آئیں اُن میں ایک اور چیز بڑی قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ حق کے کیمپ میں ایسے بھی ہیں جو ابو بکرؓ، زبیرؓ بن العوام اور سعدؓ بن ابی وقاص کی مانند سبقت کرنے والے ہیں اور بہت سے گُم نام پیچھے رہ کر قافلے میں شامل چلنے والے بھی، اسی طور باطل کے خیمے میں ابو جہل اور ابو لھب جیسے سرخیل بھی اور بہت سے گُم نام پیچھے رہ کر ابلیس کا جھنڈا ہاتھ میں لیے مرنے والے بھی۔ دونوں طرف کے، دونوں طرح کے تیز گام اور سست رو لوگوں کا جنت اور جہنم میں انجام یکساں نہیں ہو گا، نیکی میں سبقت کرنے والے جنت الفردوس میں جگہ پائیں گے اور نبیوں اور صدیقین کے ساتھ ہوں گے اور سست رو بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جنت میں بٹھا ہی دیے جائیں گے، حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں اگر کسی کو کچرا ڈالنے کی جیسی جگہ بھی مئیسر آ جائے تو وہ اس دنیا و مافیھا [اور جو کچھ اس دنیا میں ہے] سے بہتر ہو گی، آیات مبارکہ کا مفہوم مطالعہ فرمائیے:

اِن دونوں اوپر مذکورہ گروہوں میں بھی اچھے اور بُرے اعمال کے بقدر بہتر سے بہتر اور بد تر سے بد تر درجے ہوں گے تاکہ اللہ لوگوں کو ان کے کیے کا پُورا پُورا بدلہ دے۔ ان پر ہر گز زیادتی نہ ہو گی۔ پھر جب یہ حق سے انکاری آگ کے سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اپنے حصّے کی نعمتوں کا دنیا کی زندگی میں خوب لُطف اُٹھا چکے، زمین میں بغیر کسی حق کے جو تکبّر تم کرتے رہے اور جو فاسقانہ حرکتیں تم نے کیں اُن کی پاداش میں آج تم کو ذلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ .... مفہوم آیات ۱۹ تا ۲۰

ھود علیہ السلام، اُن سے پہلے اور بعد سارے نبیوں کی ایک ہی پکار: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبانی منکرین پر یہ بات بالکل صاف واضح کر رہے ہیں، ذرا رُکیے، صرف منکرین ہی پر نہیں بلکہ آنے والے تمام زمانوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لے کر اصلاح کے لیے اُٹھنے والوں پر بھی کہ ہر دور میں، ہر زمانے میں ہر طرح کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات و مسائل میں نبیوں کا اور مصلحین کا ایک ہی نعرہ تھا، اُن کی ایک ہی دعوت تھی، سارے ہی نبیوں کا، ھود علیہ السلام کا، اُن سے پہلے اور بعد سارے نبیوں کی ایک ہی پکار: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ! جب بھی دعوتِ دین تاویلات کا لبادہ اوڑھ کر اِس محور سے ہٹ کے فقہی، فروعی، وقتی، ہنگامی اور مقامی مسائل میں اُلجھے گی وہ نبیوں کے طریقے سے اور اللہ کی رحمت سے دور ہو گی۔ بلا شبہ کچھ لوگوں کو فقہی، فروعی، وقتی، ہنگامی اور مقامی مسائل بھی سلجھانے ہوں گے، اِن کو سلجھانا کوئی بُرا کام بھی نہیں، لیکن جو دعوتِ دین اور وراثت انبیاء کی بات کریں اُنھیں قرآن کے بیان کردہ محورِ دعوت پر ہی رکنا ہو گا۔......

... وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ . . . .

اے نبیؐ! ذرا اپنے مخاطبین [قریش] کو قوم عاد کے درمیان مبعوث ہونے والے اُن ہی کے ایک ہم قوم [بھائی] ھودؑ کے کارِ نبوت کی انجام دہی کا واقعہ سُناؤ جب اُس نے اَحقاف [259] کی بستی میں اپنی قوم کو خبر دار کیا تھا۔۔۔۔اور ھودؑ کی مانند خبر دار کرنے والے اُس سے پہلے بھی گزر چکے تھے اور اس کے بعد بھی آتے رہے۔۔۔۔ ہر خبر دار کرنے والے کی ایک پکار تھی کہ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو، میں تم پر ایک ہولناک دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ انھوں نے کہا "کیا تُو اِس لیے آیا ہے کہ ہم سے جھوٹ بول کر ہمیں، ہمارے معبُودوں سے برگشتہ کر دے؟ اگر واقعی تُو سچا ہے تو لے آ اپنا وہ عذاب جس سے تُو ہمیں دھمکاتا رہتا ہے۔ .... مفہوم آیات ۲۱ تا ۲۲

۲۵۹ قومِ عاد کے وہ گھر جو وادی احقاف میں معروف ہیں۔ احقاف سے مراد ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں جو ارضِ یمن میں واقع ہیں، جیسے پاکستان میں سندھ کے علاقے تھر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

سرداران قریش نے بھری محفل میں نبی ﷺ سے بہت سارے فضول مطالبات کیے، جب آپؐ نے اُن کے ہر مطالبے کو رد کر دیا تو قریش نے یہی کہا تھا کہ جس عذاب کی دھمکی تم دیتے ہو اُس کا کوئی چھوٹا موٹا نمونہ ہی ہم کو دکھا دو! [دیکھیے کاروانِ نبوت جلد چہارم صفحہ ۱۵۶] تو اُس وقت نبی ﷺ نے اُن کو بتا دیا تھا کہ میں ڈرانے والا ہوں عذاب لانے والا نہیں ہوں، وہ تو اللہ ہی ہے۔ ہر دور میں اور آج بھی منکرینِ حق ایسی ہی باتوں سے اہلِ حق کا اور جاہلیت کے مقابلے میں وحی کی اتباع کرنے والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ قرآن تذکرہ کرتا ہے کہ عذاب کے لیے جلدی مچانے کی قریش جیسی بے ہودگی قومِ عاد نے بھی کی تھی، جب وہ بہر طور جاہلیت پر جمے رہے تو انھوں نے ہمارے عذاب کو بادلوں کی شکل میں آتے دیکھا تو لگے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے کہ یہ تو رحمتِ باراں ہے۔ ہلاک ہوتے ہوئے ظالمو، نہیں! بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم نے خود اپنے لیے چنا ہے کہ تم نے کہا تھا: ہمارے پاس وہ عذاب لے آ، جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے، اگر تو سچا ہے۔ جان لو، یہ ایک ایسی ہوا ہے جس کے اندر دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔ اپنے رب کے حکم اور مشیت سے۔

اُس نے کہا کہ عذاب کے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے، میں تو تمھیں صرف وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے تم تک پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بالکل جہالت پر اُتر آئے ہو۔ پھر جب [کسی طور مان کر نہ دیا اور جاہلیت پر جمے رہے تو انھوں نے ہمارے وعدے کے مطابق] عذاب کو بادلوں کی طرح پھیلتے ہوئے، اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے دیکھا تو کہا کہ یہ تو بادل ہے جو ہم کو سیراب کرنے والا ہے............ وہ طوفان سے ایسے برباد ہو گئے کہ اُن کے مکانات کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہم اِسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔ .... مفہوم آیات ۲۳ تا ۲۵

اُن کو تمدن میں ہم نے وہ شان و شوکت دی تھی جو [اے قریش کے سردارو،] تم لوگوں کو [پاسنگ بھی] نہیں ملی ہے۔ ہم نے ان کو کان، آنکھ اور دل دیے لیکن چوں کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اس وجہ سے نہ ان کے کان کچھ کام آئے اور نہ آنکھیں اور نہ دل [۲۶۰]۔ اور اُسی چیز نے اُنھیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ .... مفہوم آیت ۲۶

پھر صرف عاد ہی پر کیا موقوف تمھارے گرد و پیش میں بہت سی بستیوں کو ہم تباہ کر چکے ہیں۔ اُن کے لیے اپنی آیتیں مختلف طریقوں سے پیش کیں تاکہ وہ رجوع کریں، پھر کیوں نہ اُن ہستیوں [من گھڑت معبودوں] نے اُن کی مدد کی جنھیں اللہ کو چھوڑ کر انھوں نے تقرّب اِلی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اِلٰہ بنا لیا تھا؟ بلکہ وہ تو ان سے گُم ہو گئے، اور یہ تھا اُن کے جھوٹ اور اُن

---

۲۶۰ نہ حق کو سن کر جذب کر سکے، نہ ہی آفاق و انفس میں توحید و آخرت کو دیکھ سکے اور نہ ہی نبی کی خیر خواہی نے اُن کے دلوں کو پگھلایا۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف کی تلاوت اور مطالعے میں محویت کی وجہ سے اگر یہ بات آپ کے ذہن سے نکل گئی ہو کہ اس وقت ہم وادی نخلہ میں ہیں۔ جہاں نبی ﷺ مکہ میں داخلے سے قبل ٹھہر گئے ہیں، یہاں روح الامین ؑ سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف لے کر آئے ہیں جو جنوں کے اسلام قبول کرنے کی خبر دے رہی ہے۔ اس سفر کے دوران یہ جنوں کا قبول اسلام، اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسری مدد تھی، پہلی وہ یاد کریں جب آپؐ زخمی حالت میں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں عدّاس سے ملاقات کے بعد شکستہ جسم و جاں اور غمگین احساسات کے ساتھ واپس مکہ کی طرف چل رہے تھے کہ قرن المنازل کے قریب جبریل امینؑ پہاڑوں کے فرشتوں کے ہم راہ آپ کی ناقدری کے انتقام کی اجازت لینے پہنچے تھے۔ یہ مدد اس طور تھی کہ اِس میں آپ کی تکریم تھی، آپ کی ڈھارس بندھی تھی کہ زمین و آسمان اور سمندروں اور پہاڑوں کا خالق آپ کی پشت پر موجود ہے۔

جنّات کی سماعتِ قرآن اور قبول حق کی تفصیل اگلی آیات میں ہے، انھیں آیات کے تسلسل میں آپ نبی ﷺ کی دعوت کی کام یابی کی بشارت بھی دیکھ سکتے ہیں اور یہ اعلان بھی کہ اس کائنات کی کوئی بھی طاقت اس دعوت کو کام یابی سے دور نہیں رکھ سکتی۔ چناں چہ ارشاد ہوا:

> اور وہ بات بھی قابل ذکر ہے جب (تم بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور) ہم نے جِنوں [۲۶۱] کے ایک گروہ کو تمھاری طرف متوجہ کر دیا تاکہ قرآن سُنیں۔ جب وہ اُس جگہ تمھارے قریب پہنچے تو انھوں نے آپس میں کہا خاموش ہو کر سنو! تو جب تلاوت پوری ہو چکی تو [انہوں نے اس کو یاد کر لیا اور قرآن نے ان پر اثر کیا تو] وہ خبر دار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انھوں نے وہاں جا کر کہا کہ اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سُنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے، ان پیشین گوئیوں کی مصداق ہے جو اس کے بارے میں پہلے سے موجود ہیں [۲۶۲]، حق اور راہِ راست کی طرف

---

۲۶۱ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوق، یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اس لیے تمام مخلوق کو نبوت اور رسالت کی تبلیغ ضروری ہے۔ انسانوں کو دعوت دینا اور اُن کو بُرے انجام سے ڈرانا تو آپؐ کے لیے ممکن ہے۔ رہے جنات تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اُن کو آپؐ کی طرف پھیر دیا۔

۲۶۲ یہاں انجیل کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کیوں کہ موسیٰؑ کی کتاب انجیل کے لیے اصل اور بنی اسرائیل کے

رہنمائی کرتی ہے۔اے ہماری قوم کے لوگو، دَاعِیَ اللّٰہ کی دعوت پر لبیک کہواور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے گااور تمھیں دردناک عذاب سے بچائے گا۔.................. مفہوم آیات ۲۹ تا ۳۱

جنوں کے تلاوت سننے اور ایمان کا اعلان کرنے سے اور پھر آنے والی اگلی آیت میں نصرت کی بشارت سے رحمتِ دوعالم ﷺ کے ذہن سے غم و پریشانی کے وہ سارے بادل یقیناً چھٹنے شروع ہو گئے ہوں گے جو طائف سے نکلتے وقت تالیوں کی تھاپ پر گالیوں اور پتھروں کی بارش سے بہ تقاضائے بشری آپ ﷺ کے ذہن پر چھائے تھے۔ عزم و ہمت کے پہاڑ، آپ ﷺ کا عزمِ صمیم تھا کہ مکّہ واپس پلٹنا ہے اور اللہ کی رہ نُمائی میں کارِ نبوت کو وہاں لے جانا ہے جہاں وہ چاہتا ہے۔وہ اُس کی رضا پر راضی تھے، خود اُن کو نہیں معلوم تھا کہ اب دعوت کے لیے اللہ نے کون سا مرکز اِس زمین پر چنا ہے، مکہ نے خوش قسمتی سے منہ پھیر لیا اور طائف نے توقسمت کو لات مار دی، حبشہ بھی آگے نہ آسکا، کون سی زمین ہے جو اس زخمی رسول، رحمت للعالمین ﷺ کو پناہ دے گی؟؟

اور جو کوئی اللہ کی طرف پکارنے والے کی بات پر لبیک نہیں کہتا، وہ نہ زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتا ہے، اور نہ ہی اللہ کے مقابلے میں اس کے کوئی سرپرست ہیں جو اُسے اللہ کی پکڑ سے بچا لیں۔ایسے لوگ کھُلی گمراہی میں ہیں۔اور کیا اِن لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تھکا نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندگی دے؟ کیوں نہیں، یقیناً وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔.................. مفہوم آیات ۳۲ تا ۳۳[۲۶۳]

جہنم کے سامنے پیش کیے جانے پر جس کو وہ جھٹلایا کرتے تھے، کفار کی جو حالت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتے ہیں نیز یہ کہ اُن کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور اُن سے کہا جائے گا:

لوگو! جس روز انکاریوں کو آتشِ دوزخ کے سامنے لایا جائے گا، اُس وقت اِن سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ [آتشِ دوزخ اور

لیے احکامِ شریعت کی بنیاد ہے۔ انجیل تو موسیٰ کی کتاب کی تکمیل اور بعض احکام میں ترمیم کرتی ہے۔

۲۶۳ ہو سکتا ہے کہ یہ فقرہ بھی جنوں ہی کے قول کا حصہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کے قول پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہو۔ فحوائے کلام سے دوسری بات زیادہ قریب قیاس محسوس ہوتی ہے [تفہیم القرآن، مودودیؒ] یہ بات اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تضمین کے طور پر بھی ہو سکتی ہے لیکن نظائر قرآن کی روشنی میں میرے نزدیک یہ جنوں ہی کے قول کا ایک حصہ ہے۔ [تدبرِ قرآن، اصلاحیؒ]۔

وہ امور جن کی جانب نبیؐ دعوت دے رہے تھے] حقیقت نہیں ہے؟ وہ جواب دیں گے، ہاں! ہمارے رب کی قسم! (یہ واقعی حق ہے)۔ ارشاد ہوگا: اچھا! تو اب اپنے انکار کے عذاب کا مزا چکھو۔ .... مفہوم آیت ۳۴

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کو جھٹلانے والوں اور آپؐ سے عداوت رکھنے والوں کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہیں نیز یہ کہ وہ اولوالعزم انبیاء و رسل کی پیروی کریں، جو تمام مخلوق کے سردار، اور عزائم کے مالک اور بلند ہمت تھے، جن کا صبر بہت عظیم اور جن کا یقین بہت کامل تھا۔ پس تمام مخلوق میں وہی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ اُن کو نمونہ بنایا جائے، اُن کے آثار کی پیروی کی جائے اور اُن کی روشنی سے رہ نُمائی حاصل کی جائے۔

چناں چہ نبی ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی صبر کیا جیسا کہ آپؐ سے آپؐ کے رب نے مطالبہ کیا تھا۔ آپؐ کے تمام دشمنوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، اِن سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا راستا روکا، محاربت اور عداوت میں اِن سے جو کچھ ممکن تھا اُنھوں نے کیا .... مگر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتے رہے .... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زمین پر اقتدار سے سرفراز فرمایا، اُس نے آپؐ کے دین کو تمام ادیان پر اور آپؐ کی امت کو تمام امتوں پر غالب کردیا .... ﷺ ﷺ تسلیما

پس اے نبیؐ! استقامت دکھاؤ جس طرح اُولوالعزم رسُولوں نے دکھائی، اور انکاریوں کے لیے کسی طور جلدی نہ کرو [نہ اِن کے ایمان کے لیے نہ انکار کی سزا کے لیے]۔ جس روز یہ لوگ اُس چیز کو دیکھیں گے جس کا انھیں خوف دلایا جارہا ہے تو خیال کریں گے کہ جیسے دنیا میں ایک دِن یا بس گھنٹہ بھر سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ بات پہنچا دی گئی، بات صاف ہے، نافرمانوں کے علاوہ اور کون ہے جو ہلاک ہوگا؟۔ .... مفہوم آیت ۳۵

عقوبات کے ذریعے سے وہی ہلاک ہوں گے جن کے اندر کوئی بھلائی نہیں، وہ اپنے رب کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے اور اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا حق قبول نہ کیا۔

☆☆☆☆☆